تربیت اولاد میں والدین کا کردار

☆.....☆.....☆ چودھری محمد یٰسین ظفر پرنسپل جامعہ سلفیہ ☆ ☆ ☆

یاایھاالذین امنوا قواانفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیہ ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون مایومرون (القرآن)

اولاد انسان کے لیے قیمتی سرمایہ ہے جس کو پانے کے لیے ہر شخص بے قرار ہوتا ہے اولاد کی تمنا اور آرزو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے بھی کی اور اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعائیں کیں، سیدنا زکریا علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ مریم میں اللہ کریم نے کیا ہے۔

فھب لی من لدنک ولیاO یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیا O یزکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی لم نجعل لہ من قبل سمیاO(مریم 5-7)

اولاد نیک اور صالح ہو تو یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہوتی ہے۔اس لیے اللہ کے نیک بندے ہمیشہ دعا گو رہتے ہیں۔**ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما.** O(الفرقان 74) چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جس کی حفاظت اور تربیت صاحب اولاد کی ذمہ داری ہے۔ یہ اہم ترین مرحلہ ہے اگر آدمی اس میں کامیاب ہو گیا۔ تو دنیا و آخرت میں سرخرو ہو جائے گا اور اگر خدانخواستہ غفلت اور لاپرواہی کا مرتکب ہوا۔اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ نہ دی تو یہی اولاد وبال جان، باعث شرمندگی اور عذاب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

اولاد کی تربیت بہت حساس اور اہم مسئلہ ہے۔ یہ دراصل ہر گھر کی کہانی ہے۔جس گھر میں بچے ہوں۔وہاں ماں اور باپ اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔انہیں اپنی ذمہ داری ہر حال میں ادا کرنی ہو گی۔

انبیاء کرام بھی اولاد کی تربیت سے غافل نہ رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا بچپن سے لیکر جوانی تک مکمل خیال رکھا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سیدہ حاجرہ نے پوری توجہ سے تربیت کی اسی کا نتیجہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔**یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری.** کہ اے بیٹے میں خواب میں تجھے ذبح

کرتے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں تیری کیا رائے ہے۔ یہاں بیٹے نے گلہ شکوہ نہیں کیا؟ کہ جب بچپن میں مجھے آپ کی محبت اور پیار کی ضرورت تھی۔ تب تو آپ ہمیں بے آب وگیا وادی میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اب جبکہ میں اس قابل ہو گیا ہوں کہ اپنا آپ سنبھال سکوں۔ تو مجھے ذبح کرنے چلے آئے ہو۔ بلکہ انہوں نے انتہائی فرمانبرداری، مودب اور فرمانبردار بیٹے ہونے کا ثبوت دیا اور فرمایا: **یا ابت افعل ما تومر ستجدنی ان شاء الله من الصابرین** کہ حکم ربانی پر عمل کر گزریے آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے......

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت
سکھلائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

یہی وہ مقام ہے جہاں ایک باپ اپنے بیٹے پر ناز کر سکتا ہے بشرطیکہ تربیت صحیح کی ہو۔

والدین کو سیدنا لقمان علیہ السلام کی وہ نصیحت بار بار پڑھنی چاہئے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی۔ اس میں عقیدے کی درستگی شرک سے مکمل اجتناب کی تلقین کی۔ والدین کا ادب واحترام اور ان کے ساتھ حسن سلوک، اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا تصور نماز پڑھنے نیکی کی ترغیب اور بدی سے روکنے اور اس راستے میں پیش آمدہ مشکلات پر صبر اور عزم واستقلال کا مظاہرہ تکبر وغرور سے بچنے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ عمل پسند نہیں اور چال ڈھال میں عاجزی وانکساری اور بڑا بول بولنے سے اجتناب کی وصیت فرمائی۔ حضرت لقمان کی حکیمانہ باتیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اگر کوئی والدین اپنے بچوں کو واقعی مثالی تربیت دینا چاہتے ہیں تو اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر بچے ان نصیحتوں کو پلے باندھ لیں اور اس کے مطابق عمل کر لیں۔ تو یقیناً یہ بچے بہترین سرمایہ ثابت ہوں۔

اولاد کی تربیت بہت نازک اور حساس معاملہ ہے اس لیے والدین کو بڑی قربانی دینی ہوتی ہے۔ بچوں کی پیدائش سے قبل وہ اپنی مرضی کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ لیکن بچوں کی ولادت کے بعد وہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ انہیں اپنی عادات، معمولات، خورد ونوش، آرام وراحت، سیر وتفریح کے تمام طور طریقے تبدیل کرنا ہوتے ہیں۔ اور خود کو ایک اچھا نمونہ (آئیڈیل) پیش کرنا ہوتا ہے۔ والدین پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ انہیں ہر حال میں بچوں کے معاملے میں ماہر نفسیات کا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ بچوں کے مزاج کو سمجھنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا اور انہیں اعلیٰ اخلاق سے مزین کرنا بہر حال والدین ہی کی

ذمہ داری ہے۔

ماہرین تعلیم وتربیت اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کی تربیت کے لیے مناسب عمر 5 سے 13 سال ہے اگر عمر کے اس حصے میں انہیں سنبھال لیا جائے۔ اور اسلامی آداب سکھلا دیئے جائیں تو وہ پوری زندگی اس پر کار بندر ہے گا۔ اس عمر میں آپ اسے جو بنانا چاہیں بن جائے گا۔ اگر خدانخواستہ یہ عمر بے توجہگی میں گزر گئی۔ اوراس کی عادات بگڑ گئیں تو پھراس میں تبدیلی آنی مشکل ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے ارشادفرمایا

مروا اولادکم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين واضربوا عليها وهم ابناء عشر سنين یہی وہ عمر ہے جس پر والدین کو پہرہ دینے کی ضرورت ہے بچے ناسمجھ اور ناواقف ہوتے ہیں۔ انہیں اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی۔ انہیں مکمل رہنمائی کی ضرورت ہے۔ یہ اچھا ہے یہ برا ہے۔ یہ فائدہ منداور یہ نقصان دہ ہے۔ مجلس کے آداب کھانے پینے کے آداب گفتگو کے آداب سونے کے آداب والدین اساتذہ اور بڑوں کے آداب بھی سکھلانے کی ضرورت ہے۔ اس میں کچھ باتیں نصیحت کے انداز میں اور بعض باتیں عملی طور پر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ بچوں کے سامنے گالی گلوچ نازیبا کلمات فحش گوئی سے مکمل اجتناب کی ضرورت ہے۔ بچوں کے سامنے بڑوں سے بات کرنی ہو تو حفظ مراتب کا لحاظ رکھا جائے۔ احترام کے ساتھ بات کی جائے تاکہ اسے معلوم ہو کہ بڑوں کو کیسے مخاطب کیا جاتا ہے۔ والدین ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو سبق آموز واقعات سکھائیں اچھے اشعار یاد کرائیں۔ اچھے کلمات کا بکثرت استعمال کریں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ آئے۔ تو الحمدللہ قابل تعجب بات کا تذکرہ ہو یا کوئی منفرد بات معلوم ہو تو سبحان اللہ کوئی غم یا دکھی بات معلوم ہو تو انا للہ وانا الیہ راجعون، بری بات کا تذکرہ ہو تو استغفراللہ، وعدہ کرنے کی بات ہو تو ان شاء اللہ، اور تعریف یا اچھی بات ہو تو ماشاء اللہ غرض ان باتوں کے تکرار سے بچہ اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ اور پوری زندگی اس پر کاربندر رہتا ہے۔

بدقسمتی سے بعض والدین اس عمر کو اہمیت نہیں دیتے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اس کے کھیل کود کے دن ہیں۔ اس سے اس قدر لاڈ پیار کرتے ہیں۔ کہ بری حرکتوں، بدتمیزی کو بھی نظرانداز کر دیتے ہیں اور الٹا خوش ہوتے ہیں اور بڑے فخر سے دوستوں کو بتاتے ہیں۔ کہ ہمارا بچہ ایسی ایسی شرارتیں کر لیتا ہے۔ گالی دیتا ہے دوسروں کو بے وقوف بنا لیتا ہے۔ یہ سب باتیں اس لیے قابل قبول ہیں کہ وہ ابھی چھوٹا ہے اس کی عادتیں اس قدر پختہ ہو جاتی ہیں کہ بڑے ہو کر بھی انہی کا عادی رہتا ہے۔ والدین روکتے ہیں سمجھاتے ہیں لیکن وہ

بات نہیں مانتا۔ اور آخر انہیں شک ہوتا ہے کہ شاید اس پر کسی نے جادو کر دیا۔ یا اسے آسیب ہو گیا ہے۔ ضدی ہے لہٰذا عاملوں اور تعویز گنڈا کرنے والوں کے پاس لے جاتے ہیں۔ دم درود کراتے ہیں۔ گلے میں تعویز لٹکا دیا جاتا ہے۔ کہ شاید ٹھیک ہو جائے۔ حالانکہ اس مرض کی تشخیص صحیح نہیں۔ دم اور تعویز سے کیا فائدہ ہوگا۔ اسے اس نوبت کو تو والدین نے پہنچایا ہوتا ہے۔ اس کی تربیت کی عمر کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

اب پچھتائے کیا جب چڑیا چگ گئی کھیت!

بچوں پر انداز ہونے والی چیزیں

(الف) **گھر کا ماحول۔** اگر گھر میں استعمال کی اشیاء ترتیب سے ہونگی تو بچہ بھی ترتیب سے کام کرے گا۔ گھر میں اگر سب اپنا اپنا کام کرنے کے عادی ہونگے تو بچہ بھی اپنے حصے کا کام خود کرے گا۔ گھر میں پڑھنے پڑھانے کا ماحول ملے گا۔ تو بچہ از خود تعلیم پر توجہ دے گا۔

(ب) **بڑے بہن بھائیوں کا رویہ!** کہتے ہیں کہ اگر آپ اپنی اولاد کو بہترین تربیت دینا چاہتے ہیں تو بڑے بیٹے پر خصوصی توجہ دیں اگر وہ ٹھیک ہو گیا۔ تو آنے والا ہر بچہ اس کی تقلید کرے گا۔ لہٰذا بڑے بہن بھائیوں کو بھی اس بات کا بہت خیال کرنا چاہیے کہ ان کی وجہ سے چھوٹے بہن بھائی ٹھیک مودب اور سلیقہ شعار ہونگے۔

(ج) **گھر میں آنے والے مہمان!** یہ بھی ایک اہم بات ہے گھروں میں مہمانوں کی آمد و رفت تو ہوتی رہتی ہے۔ مہمانوں کا رویہ اسلوب اور انداز بھی بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر آپ کے ہاں ایسے مہمان ہیں جو سلیقہ مند مہذب اور تعلیم یافتہ ہیں تو ان سے بچوں کو ضرور ملائیں۔ بلکہ ان کے پاس بٹھائیں باہمی گفتگو کا موقعہ دیں اس سے بچے میں خود اعتمادی بڑھے گی۔ اسے بات کرنے اور سننے کا طریقہ آئے گا۔ بصورت دیگر آپ بچوں کو دور رکھیں۔

(د) گھر میں اگر ٹیلی ویژن ہے۔ تو اس بات کا خاص خیال رکھیں۔ کہ بچے صرف اچھے معیاری پروگرام دیکھیں فضول ڈرامے جو عشق و محبت اور بے حجابی اور بے حیائی کے سوا کچھ نہ سکھلاتے ہوں۔ دیکھنے کی اجازت نہ دیں۔ تعلیمی پروگرام دینی معلوماتی پروگرام سوال و جواب کے پروگرام کھیلوں کے پروگرام دیکھنے کا پابند بنائیں' کوشش کریں' کہ وہ آپ کی موجودگی میں T.V دیکھیں۔ اسی طرح Nite استعمال کرنے کی اجازت بھی اپنی موجودگی میں دیں۔

(ل) دوست واحباب :۔ بچوں کو دوست بنانے کی اجازت دیں۔لیکن دوستوں کا جائزہ لیں کیسے ہیں۔ان کی مجلسیں کیسی ہیں۔ان کے گھر کا ماحول کیسا ہے۔جیب خرچ کتنا لیتا ہے۔سکول یا کالج کی سرگرمی کے علاوہ ان کی کہاں بیٹھک ہے۔کیسے ماحول میں وقت گذارتے ہیں۔گاہے بگاہے بچوں کے دوستوں کو چائے پر گھر بلائیں ان سے ملیں۔ان سے گفتگو کریں۔ان کے خیالات کو سنیں۔تو بخوبی اندازہ ہوگا۔کہ وہ کیسے ہیں۔یہی وہ طریقہ جس سے آپ اپنے بچوں کو برے دوستوں سے بچا سکتے ہیں۔

(م) اچھی صحبت !صحبت صالح ترا صالح کند

انسانی عادات اور طور طریقوں میں تبدیلی صحبت سے آتی ہے۔جیسی صحبت میسر آئے۔انسان ایسا ہی بن جاتا ہے۔اگر زیادہ یا مکمل نہیں تو اس کے کچھ نہ کچھ اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر انسان کسی عطر فروش کی دوکان پر جاتا ہے اگر چہ وہ عطر نہیں خریدتا لیکن خوشبو سے اپنے دل دماغ کو معطر کر لیتا ہے۔ایسے ہی اگر کوئی لوہار کی بھٹی پر جائے گا کوئی فائدہ اٹھائے نہ اٹھائے مگر چنگاری پڑنے پر کپڑے داغ دار ضرور ہو جائیں گے۔اس لیے والدین بچوں کو خود اچھی مجلسوں میں لیکر جائیں۔نماز باجماعت کے لیے مسجد میں لے جائیں۔درس قرآن کی مجلس ہو تو اس میں شریک ہوں۔اسی طرح قریب کہیں محفل حسن قراۃ ہو تو بچوں کو ہمراہ لیکر جائیں۔شاید اس کے دل میں بھی شوق پیدا ہو جائے۔اچھے اور نیکوکار لوگوں کے پاس بیٹھیں ان سے بچوں کو تلقین کرائیں۔اس سے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

بچوں کی تربیت میں خلل اس وقت آتا ہے۔جب والدین بچوں کے سامنے غیر محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں۔مثال کے طور پر خاوند بیوی کو کپڑے استری کرنے کا کہتا ہے۔لیکن بیوی تھکاوٹ کا بہانہ کر کے انکار کر دیتی ہے۔اور کہتی ہے کہ آپ خود ہی کر لیں۔یا بیوی خاوند سے کہتی ہے سبزی لادیں۔اور خاوند کسی مصروفیت کا بہانہ کر کے جانے سے انکار کر دیتا ہے۔بچہ جب یہ منظر دیکھتا ہے تو اس کے ذہن میں بھی یہ بات بیٹھ جاتی ہے۔کہ کام سے بچنے کے لیے کوئی بہانہ کیا جا سکتا ہے۔اور اس طرح وہ ہوم ورک نہیں کرتا۔تعلیم پر توجہ نہیں دیتا۔اور طبیعت کی ناسازی کا عذر تراشتا ہے۔حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتا۔صرف والدین کے غیر شعوری طرز عمل کو دیکھ کر وہ بھی وہی آہستہ اختیار کر لیتا ہے۔اب اگر بچے کو ڈانٹیں کہ وہ کام نہیں کرتا۔یا سزا دیں۔کوئی فرق نہیں پڑے گا۔جب تک کہ والدین اپنا رویہ تبدیل نہیں کر لیتے بچوں کے

سامنے کبھی کام سے انکار نہ کریں۔ بلکہ ایک دوسرے کے مددگار بنیں۔

والدین کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی اخلاقی تربیت پر پوری توجہ دیں۔ مثلاً سچائی' دیانت' امانت' احترام پر خصوصی گفتگو کریں۔ اچھے واقعات سنائیں اور سب سے بڑھ کر اپنا عملی نمونہ پیش کریں۔ کبھی بھی بچوں سے جھوٹ نہ بولیں۔ حیلے بہانے نہ کریں' بلکہ سچ بولیں۔ کیونکہ جھوٹ بولنے کی عادت تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ اور اس کا آغاز بچہ والدین کے ساتھ کرتا ہے۔ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عامر کی والدہ کا قصہ ہے۔ کہ ایک دن آپ ﷺ کا گزران کے گھر کے قریب سے ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ مٹھی بند کیے بچے کو دکھا رہی ہے اور اسے بلا رہی ہے۔ آپ نے سوال کیا۔ کہ **ما اردت ان تعطیه** آپ اسے کیا دینے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ تو اس نے کہا کھجور آپ نے فرمایا کہ **اما انک لو لم تعطیه شیئا کتبت علیک کذبة** اگر آپ اس کو آپ پر جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ اس لیے بچوں کے ساتھ لاڈ پیار میں بھی جھوٹ سے اجتناب کریں۔ کیونکہ یہ بھی جرم ہے۔ اس کا فلسفہ یہی ہے کہ بچے بھی جھوٹ بولنا سیکھ جاتے ہیں۔

گھر کے ماحول کو ایسا بنائیں۔ کہ ضروریات زندگی کے لیے بچے کو کوئی چیز چھپا کر یا چوری کر کے نہ لینی پڑے۔ بچوں پر اعتماد کریں انہیں باور کرائیں کہ یہ گھر آپ کا ہے یہاں کھانے پینے اور استعمال کی چیزیں بھی آپ کی ہیں۔ حسب ضرورت لیں۔ لیکن ضائع مت کریں۔ اگر ایسا ماحول نہ بنا تو بچے چھپ کر یا چوری کر کے اپنی پسندیدہ چیزیں لیں گے۔ اس طرح چوری کی عادت پختہ ہو جائے گی۔ پہلے وقتوں کا قصہ ہے کہ کسی شرعی عدالت نے ایک چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس پر چور نے شور مچایا اور قاضی سے مطالبہ کیا کہ پہلے اس کی ماں کا ہاتھ کاٹا جائے۔ کیونکہ جب پہلے دن میں نے پڑوسیوں کا انڈہ چوری کیا۔ تو میری والدہ نے روکنے کی بجائے میری حوصلہ افزائی کی۔ اس طرح آہستہ آہستہ میں بڑا چور بن گیا۔

یہ بات بھی عمومی طور پر بہت معمولی تصور کی جاتی ہے کہ بڑے بچوں کی موجودگی میں بات کرتے ہوئے گالی دیتے ہیں۔ اور یہ گالی ان کا تکیہ کلام بن جاتا ہے۔ لیکن بچے یہ گالیاں سن کر بدمزہ نہیں ہوتے بلکہ وہ بھی اپنی گفتگو میں اس کا استعمال کرتے ہیں۔ حتی کہ یہ بچے باہر گلی محلے میں کھیلتے ہوئے ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے سچ فرمایا کہ ایک وقت آئے گا۔ کہ لوگ اپنے والدین کو گالی دیں گے۔ صحابہ کرام نے تعجب سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے۔ تو

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ کسی کو گالی دیں گے اس کے جواب میں وہ بھی آپ کو گالی دے گا۔گویا آپ خود اپنے والدین کو گالی دینے کا سبب بنے۔

اکثر بچے کم چور ہوتے ہیں۔گھریلو کام سے بھاگتے ہیں۔اس لیے والدین کو بچوں کی اس کمزوری کا ادراک کرتے ہوئے ان پر اتنا ہی بوجھ ڈالنا چاہیے جتنا وہ بخوشی اٹھا سکیں۔بصورت دیگر وہ گھر کے ماحول سے بھاگیں گے۔اور آوارگی اختیار کریں گے۔کام کے وقت گلیوں بازاروں میں گھومیں گے۔اور شام کو واپس گھر لوٹیں گے۔اس لئے آوارہ گردی سے بچانے کے لیے انہیں گھر کے ماحول سے مانوس کریں۔

بچوں کی تربیت کے لیے والدین کو چاہیے کہ وہ روزانہ بچوں کو وقت دیں۔ان کے پاس بیٹھیں ان کی خیریت تعلیم کے بارے پوچھیں۔اگر کوئی مشکل ہو تو اس کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ان کے ساتھ دوستانہ ماحول پیدا کریں تاکہ وہ بے تکلف بات چیت کر سکیں۔اگرچہ اکثر والدین کاروباری مصروفیات اور دور دراز کام کرنے کی وجہ سے تھکے ہوتے ہیں لیکن انہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ ان کا اصل سرمایہ بچے ہی تو ہیں۔وہ ان کی دنیا میں دولت اور آخرت کا ذخیرہ ہیں۔ولد صالح یدعو لہ کا مصداق بنے۔

بچوں کو کہانیوں پر مشتمل کتاب خود پڑھ کر سنائیں۔اس طرح روزانہ ایک روٹین بن جائے گی۔بچوں کو بھی آپ کا انتظار رہے گا اور آپ کو بھی اچھی باتیں کرنے کا موقعہ ملے گا۔

آج کل اکثر گھروں میں بچوں کے لیے بھی الگ الگ کمرے ہیں۔جہاں صرف چھوٹے بچے سوتے ہیں۔جبکہ والدین ان سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔اس سے بچوں کی عادات کو بہتر بنانے کا موقعہ نہیں ملتا۔کوشش کریں کہ بچے تنہا نہ رہیں۔وہ محسوس کریں کہ وہ کسی کی نظر میں ہیں۔

والدین کو چاہیے کہ وہ روزانہ نہ سہی لیکن کبھی کبھار بچوں کے بیگ چیک کریں۔ان کی کتابوں اور کاپیوں کا معائنہ کریں۔اس سے بچوں کو سمجھنے اور ان کی اصلاح کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔مجھے بہت سی جگہوں میں اس موضوع پر گفتگو کا موقعہ ملا۔میں اکثر یہ سوال پوچھتا ہوں کہ مجمع میں سے وہ والد ہاتھ کھڑے کرے جس نے بچوں کا بستہ چیک کیا ہے۔کبھی بھی مثبت جواب نہیں ملا۔یہ ایک سنگین غلطی ہے۔کہ ہم بچوں سے اس قدر غافل ہو جاتے ہیں کہ ان کی تعلیم میں بھی دلچسپی نہیں لیتے۔

بچوں کی تربیت میں یہ خیال رکھیں کہ سارا کام ملازموں پر نہ چھوڑیں بلکہ خود سکول کے لیے تیار کریں۔لنچ بکس دیں اور دروازے تک چھوڑ کر آئیں۔ورنہ وہ یہی سمجھے گا کہ میرے والدین کا میری تعلیم

میں کوئی حصہ نہیں۔اور وقت آنے پر وہ بھی آپ کو نوکروں کے حوالہ کردے گا۔

بچے میں نقل کرنے کی صلاحیت بہت ہوتی ہے۔اس لیے حکم دینے کی بجائے اس کے سامنے عملی زندگی پیش کریں۔اور اس سے بات کرتے ہوئے یہ ضرور سوچیں کہ وہ آپ سے کم از کم پچیس تیس سال چھوٹا ہے۔

بچوں کو لالچ دیکر کام نہ لیں۔ بلکہ اسے احساس دلائیں کہ یہ آپ کی ذمہ داری ہے اور یہ گھر کا کام ہے۔اگر لالچ سے ہی کام لیتے رہے تو ایک وقت آئے گا کہ وہ کوئی کام لالچ کے بغیر نہیں کرے گا۔حتیٰ کہ رشوت کا عادی ہو جائے گا۔

بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔اس کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ جب اس کے لیے خریداری کریں۔تو اپنی پسند ناپسند کو بھول جائیں۔ بلکہ بچے کو پسند کرنے کا اختیار دیں وہ اپنے لیے کپڑے کا رنگ اور ڈیزائن خود پسند کرے۔البتہ اسکی رہنمائی ضرور کریں۔اس طرح اس میں یہ اعتماد آئے گا۔کہ وہ خود اپنے لیے کچھ کرسکتا ہے۔

بچوں کو بار بار اچھی باتوں کی تلقین کریں۔اور صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں۔اس طرح وہ اچھے برے کی تمیز بآسانی کرسکیں گے۔

بچوں کی شکایات پر کبھی فوری ردعمل کا اظہار نہ کریں۔اور نہ ہی انہیں خوش کرنے کے لیے دوسروں کو برا بھلا کہیں۔ورنہ بچہ شکایات کرنے کا نہ صرف عادی ہو جائے گا۔ بلکہ غیبت بھی کرے گا۔البتہ معقول شکایت پر اس کا ازالہ ضرور کریں۔

گھر میں اکثر دو سے زائد بچے ہوتے ہیں۔ان میں تفریق نہ کریں اور نہ ہی کسی ایک کی تعریف کرتے چلے جائیں۔ بلکہ حقائق کی روشنی میں اتنی ہی حوصلہ افزائی کریں۔جس کا وہ مستحق ہے۔ورنہ وہ خوشامد بن جائے گا۔اور تعریفی کلمات کے لیے ہی محنت کرے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام والدین کو اولاد کی اچھی تربیت کرنے کی توفیق دے۔اور اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈے بنائے۔

ربنا هب لنا من ازواجنا و ذريتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما

☆......☆......☆......☆